درسِ قرآن

# خدا کی دوست

مولانا حبیب الرحمٰن گبول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ط لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰہِ ط ذٰلِكَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (آیت ۶۲ تا ۶۴)

بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم، وہ جو ایمان لائے ہیں اور پرہیزگاری کرتے ہیں، ان کے لئے خوشخبری ہے دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ کی باتیں بدلتی نہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔

ربط و خلاصہ تفسیر:- سابقہ آیت میں کتاب اللہ (قرآن مجید) کا ذکر تھا اور ان آیات میں مقربان الٰہی کا ذکر ہے جو دل و جان سے قرآنی احکام پر عمل پیرا ہیں، جن کو خداوند عزوجل نے اولیاء اللہ (خدا کے دوست) کے بابرکت کلمہ سے یاد فرماکر ارشاد فرمایا کہ ان کو نہ تو کسی ناگوار صورت حال (تکلیف پہنچنے یا پسندیدہ چیز چلے جانے کا) کا خوف ہوتا ہے، نہ کسی محبوب و مطلوب کے نہ ملنے کا غم ہوتا ہے (اس لئے وہ ہر حال میں رضائے مولیٰ پر راضی رہتے ہیں) دولتِ ایمان سے سرفراز ہونے کے علاوہ ہر معاملہ میں تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں (کوئی ایسا کام نہیں کرتے جس میں مرضی مولا شامل نہ ہو) ایسے بندوں کے لئے دنیاوی زندگی میں (جیسے بعض صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم کے لئے نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتہً جنت کی بشارتیں دیں اور بعد والے متقین صالحین کے لئے عموماً) اور آخرت میں خوشخبری ہے۔ (کہ جنت میں داخلہ کے وقت ان کو بتا دیا جائے گا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہی تمہارا گھر ہے) اللہ تعالیٰ کے کلمات میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ جو وعدہ اہل ایمان سے کیا گیا ہو کر رہے گا اور یہی ان کے لئے سب سے بڑی کامیابی ہے کہ دنیا میں جس مقصد کے لئے بھیجے گئے اسے پورا کر کے بارگاہ الٰہی میں پہنچ کر رضائے الٰہی اور ابدی نعمتوں سے بلا روک ٹوک بہرہ ور ہوتے رہیں۔

اس آیت مبارکہ میں چند امور قابل ذکر ہیں مثلاً۔

اوّل یہ کہ اولیاء اللہ ہیں کون؟ ان کی علامات کیا ہیں؟

دوم یہ کہ ان پر خوف و حزن نہ ہونے کا مطلب کیا ہے؟

سوم یہ کہ بشارت سے کس قسم کی بشارت مراد ہے؟

اولیاء اللہ:- کلمہ اولیاء جمع ہے ولی کی جو کہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور اس کا معنیٰ ہے قریب، دوست محب اور مددگار تو اس آیت میں اولیاء اللہ سے مراد خدا کے دوست، مدد یافتہ، خدا کے محب صادق اور خدا سے مخصوص قرب کے حامل علماء ربانی مراد ہیں مخصوص قرب کی قید اس لئے لگائی گئی کہ ایک قسم کا قرب و تعلق تو جملہ مخلوقات کو ذات خداوندی سے حاصل ہے اور اسی قرب پر جملہ موجودات کے وجود و بقا کا دارومدار ہے، اولیاء اللہ کو ذات باری سے جو خصوصی قرب حاصل ہے اور جس ذریعہ سے حاصل ہے اس کا ذکر حدیث قدسی شریف میں یوں آیا ہے۔

مَا زَالَ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ كُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ

يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِىْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِىْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِىْ لَاُعِيْذَنَّهٗ ۔ (رواہ البخاری عن ابی ھریرۃ)

میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور جب وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں ۔

یعنی مقام قرب پالینے کے بعد اس کی کوئی حرکت و سکون اور کوئی کام میری رضا کے خلاف ہوتا ہی نہیں اس وقت وہ جو کام کرتا ہے گویا کہ وہ میرا ہی عمل ہوتا ہے ۔ بندہ کو یہ مقام تب ملتا ہے جب محبّیت سے ترقی کرکے وہ خود محبوبیت خداوندی کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے اور اس کے ظاہری اعضاء بدن میں بھی غیر اللہ کا کچھ حصہ باقی نہیں رہتا وہ اپنی راہ سے نہ کچھ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے نہ اپنے خیال سے چلتا ہے، اس کا دل صحیح معنوں میں قلب المؤمن بیت اللہ اور قلب المؤمن عرش اللہ کا مصداق بن جاتا ہے، دنیا کی کسی چیز کا گذر تک اس کے قلب پر نہیں ہوتا بالفاظ حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہٗ ۔

نقوش ماسوا از باطن ایشاں بر نہجے متلاشی میگردد
کہ اگر ہزار سال تکلف در احضار ماسوا نمایند میسر نشود

یعنی ماسوا اللہ کے نقوش ان کے باطن سے اس حد تک محو ہوجاتے ہیں کہ اگر ہزار سال تک ان کو (دل میں) حاضر کرنے کی کوشش کریں تو بھی میسر نہ ہوسکے۔

مذکورہ آیت مبارکہ کے مصداق کے موضوع پر سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ عِبَادًا لَيْسُوْا بِاَنْبِيَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ قِيْلَ مَنْ هُمْ لَعَلَّنَا نُحِبُّهُمْ قَالَ هُمْ مُتَحَابُّوْنَ بِنُوْرِ اللّٰهِ مِنْ غَيْرِ اَرْحَامٍ وَلَا اَنْسَابٍ وُجُوْهُهُمْ نُوْرٌ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ ثُمَّ قَرَءَ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔

اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو انبیاء نہیں مگر قیامت کے دن انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے، عرض کیا گیا وہ کون ہیں، تاکہ ہم ان سے محبت رکھیں فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ کے نور کی وجہ سے (جس سے خدا تعالیٰ نے ان کو نوازا ہے) ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہیں نہ ان میں خونی رشتہ ہے نہ نسب کا تعلق ہے، ان کے چہرے (سراسر) نور ہوں گے اور نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے، جس وقت دوسرے لوگ خوف زدہ ہوں گے یہ بے خوف ہوں گے اور جب دوسرے غمگین ہوں گے انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ.

بحر الحقائق میں ہے کہ اولیاء اللہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو خلاف نفس کرتے ہیں کشف الاسرار میں ہے کہ اولیاء عنوان شریعت اور برہان حقیقت ہیں، انکا ظاہر احکام شریعت سے آراستہ اور ان کا باطن انوار حقیقت سے روشن ہے، ولی وہ ہے جسکا دل یاد الٰہی میں اسقدر مستغرق ہو کہ دنیا کی کسی چیز کی محبت اس پر غالب نہ آسکے، الحبُّ للہ والبغضُ للہ کے مطابق دنیا کی چیزوں سے اسکی محبت و نفرت کا دار و مدار بھی رضائے الٰہی اور بغض الٰہی ہوتا ہے

یعنی وہ اس فرد اور چیز سے محبت کرتا ہے جس سے محبت رضائے الٰہی کا ذریعہ ہو اور ہر اس چیز اور کام سے نفرت کرتا ہے جو عنداللہ ناپسند ہو اس کی علامت یہ ہے کہ وہ کسی لمحہ یاد حق سے غافل نہیں ہوتا، اتباع شریعت و سنت میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔

صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اس مرتبہ کو فنائے نفس کہا جاتا ہے، اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد اسکا شیطان اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیتا ہے (مظہری)

اس مقام پر مفسر قرآن حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی قدس سرہٗ نے فارسی کے دو بڑے اہم شعر حاشیہ پر تحریر فرمائے ہیں۔

ہر کس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند
فرزند و عیال و خان و ماں راچہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں راچہ کند

اے میرے مولیٰ! جس نے تجھے پہچان لیا، اپنی جان کو کیا کرے گا، بیٹے، اہل خانہ عزت اور توقیر کو کیا کرے گا۔

اس مقام پر حضرت علامہ اسماعیل حقی قدس سرہٗ نے ولایت کی تعریف نہایت عمدہ اور مختصر فرمائی ہے کہ

اِنَّ الْوِلَایَۃَ ھِیَ مَعْرِفَۃُ اللّٰہِ وَمَعْرِفَۃُ نُفُوْسِھِمْ فَمَعْرِفَۃُ اللّٰہِ رُؤْیَتُہٗ بِنَظْرِ الْمَحَبَّۃِ وَمَعْرِفَۃُ النَّفْسِ رُؤْیَتُھَا بِنَظْرِ الْعَدَاوَۃِ۔

کہ اللہ تعالیٰ کی پہچان اور اپنے نفسوں کی پہچان کا نام ولایت ہے، اللہ تعالیٰ کو محبت کی نظر سے دیکھنا (یعنی صحیح عقیدہ رکھنا)، اسکی پہچان ہے اور نفس کو دشمنی (اسکی پسند کے خلاف عمل کرنے) کی نظر سے دیکھنا اسکی پہچان ہے یہ اس لئے کہ ہر نفس بذات خود اطاعت الٰہی سے روگرداں اور خلاف شرع امور کی طرف مائل ہوتا ہے۔ الّا ماشاء اللہ۔

حصول ولایت کے ذرائع اور علامت کے موضوع پر تفسیر مظہری میں سے چند اقتباسات۔

○ مرتبہ ولایت کا حصول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرتو اندازی سے ہوتا ہے، خواہ عکس رسالت براہ راست پڑے (جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوا)، یا کسی ایک یا چند واسطوں سے (جس طرح تابعین اور بعد والے اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو حاصل ہوا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے نائبوں سے ہمنشینی بشرط اخلاص و محبت اور اطاعت حصول ولایت کے لئے ضروری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب، قالب اور جسم کا رنگ ولی کے قلب قالب اور جسم پر ان ہی دو اوصاف (صحبت بشرط محبت اور اطاعت) کی وجہ سے چڑھتا ہے اور یہی صبغۃ اللہ ہے جس کے متعلق ارشاد فرمایا:۔ صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً۔

○ مسنون طریقہ کے مطابق (قرآن و حدیث سے ثابت) کثرت سے ذکر کرنا اس عکس پذیری کو مضبوط بناتا ہے اسلئے کہ اس (ذکر) سے دل کی صفائی ہوتی ہے جو کہ عکس پذیری کے لئے ضروری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر چیز کی منجھائی ہوتی ہے اور دل کو مانجھنے والا اللہ کا ذکر ہے (بیہقی)

علامات اولیاء اللہ:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا مَنْ اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ (اولیاء اللہ کون ہیں) ارشاد فرمایا:۔ اَلَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے اللہ تعالیٰ یاد آجائے

امام بغوی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَوْلِیَآئِیْ مِنْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یُذْکَرُوْنَ بِذِکْرِیْ وَاُذْکَرُ بِذِکْرِھِمْ میرے بندوں میں سے میرے ولی (دوست) وہ ہیں کہ میری یاد سے ان کی یاد آجائے اور انکی یاد سے میری یاد آجائے۔ اس میں راز کی بات یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ سے بے کیف قرب ومعیت حاصل ہوتی ہے (دوسرے اس کا اندازہ تک نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ ان کے ساتھ بیٹھنا گویا کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ بیٹھنا ہوتا ہے اور ان کا دیدار اللہ تعالیٰ کی یاد دلانے والا ہوتا ہے اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر کا باعث ہوتا ہے ان کی مثال آئینہ کی سی ہے کہ جب اسے سورج کے سامنے رکھا جاتا ہے تو اس کے نور سے جگمگا جاتا ہے یہاں تک کہ اس آئینہ کے سامنے جو چیز رکھی جاتی ہے اسی طرح روشن ہو جاتی ہے جس طرح سورج کے سامنے ہو، بلکہ روئی آئینہ کے سامنے سے جل اٹھتی ہے جبکہ سورج سے نہیں جلتی اسلئے کہ آئینہ روئی سے قریب ہے اور سورج سے دور ہے۔

○ نیز اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کے اندر اپنے قرب اور بے کیف مخفی مناسبت کی بدولت اپنی ذات سے اثر پذیری کی صلاحیت رکھی ہے (کہ بارگاہ الٰہی سے فیوض وبرکات اور ہدایات مخفی طریقہ سے حاصل کرتے ہیں) اور جنسی، نوعی اور شخصی مناسبت کی وجہ سے لوگوں پر اثر اندازی کی استعداد رکھی ہے (کہ لوگ ان سے ہدایات وکمالات حاصل کرتے ہیں) یہی تاثر وتاثیر کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حضور کا باعث ہوتا ہے اور جو ان کو دیکھتا ہے اور مجلس میں بیٹھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی یاد آجاتی ہے۔ بشرطیکہ (دیکھنے اور ساتھ بیٹھنے والے کے دل میں) انکار نہ ہو کہ مخالف ساتھ رہ کر بھی محروم رہتا ہے، نعوذ باللہ من اللہ تعالیٰ اس مخالفت سے بچائے) ارشاد ربانی ہے وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ "اللہ تعالیٰ ایمان و اطاعت کی حدود سے نکلنے والوں کو ہدایت نہیں کرتا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (رواہ البخاری) (جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میں نے اسکو اپنی طرف سے) جنگ کا الٹی میٹم دے دیا۔

اولیاء اللہ کی علامات وہ نہیں جو عوام سمجھتے ہیں مثلاً ان سے خلاف عادت واقعات کا ہونا (جسے کرامت کہا جاتا ہے)، غیبی امور جاننا وغیرہ بہت سے اولیاء اللہ میں یہ چیزیں نہیں پائی جاتیں اور دوسروں میں جو ولی نہیں ہوتے، استدراج کے طور پر پائی جاتی ہیں بعض اولیاء اللہ میں بعض اوقات ان (کشف وکرامات غیبی امور بتانا وغیرہ) کے پائے جانے سے یہ لازم نہیں آیا کہ ولایت کی علامات ہوں۔ کرامات کی وجہ سے ایک ولی کو دوسرے پر فضیلت نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ بعض مردان خدا جنکے ہاتھوں بکثرت کرامات کا ظہور ہوا نادم ہوئے۔

لہٰذا جو افراد شریعت و سنت کی خود بھی پوری طرح سے پابندی کریں اپنے متعلقین کو بھی اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید کریں ان کی صحبت ومجالست اختیار کی جائے، گو ان سے ایک کرامت بھی ظاہر نہ ہوا سکے برخلاف اگر کوئی کرامات دکھاتا ہے مگر اتباع سنت کی دولت عظمیٰ سے محروم ہے تو سمجھو کہ وہ ولایت سے بھی محروم ہے ایسے شخص کی صحبت ومجلس سالک کے لئے نقصان دہ ہے

حضرت امام ربانی مجدد ومنور الف ثانی قدس سرہ نے ملا محمد طالب علیہ الرحمہ کے نام تحریر مکتوب نمبر ۲۳۰ دفتر اوّل حصہ چہارم میں طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تعریف کرتے ہوئے

تحریر فرمایا! اخوی ارشدی .........

ترجمہ:۔ برادرم طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابرین قدس اللہ اسرارہم سنت نبویہ کی تابعداری کو لازم کئے ہوئے ہیں اور عمل بہ عزیمت کو اختیار کرتے ہیں اگر اس التزام سنت اور اختیار عزیمت کے ساتھ ساتھ ان کو حال و وجد سے مشرف کیا جاتا ہے تو اسے عظیم نعمت خداوندی سمجھتے ہیں اور اگر اس التزام و اختیار میں فتور و کوتاہی پیدا ہو اور حال و وجد دیدیئے جائیں تو وہ اس قسم کے احوال کو پسند نہیں کرتے نہ ہی ان کو ایسا وجد چاہیئے اور اس فتور و سستی میں اپنے لئے سوا خسارہ کے اور کچھ نہیں سمجھتے۔

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ

آئیہ میں اولیاء اللہ کے بے خوف و غم ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ آلوسی نے فرمایا کہ حضرات اولیاء اللہ کا دنیا میں خوف و غم سے محفوظ رہنا اس اعتبار سے ہے کہ جن چیزوں کے خوف و غم میں عام طور سے اہل دنیا مبتلا رہتے ہیں کہ دنیاوی مقاصد آرام و راحت عزت و دولت میں ذرا سی کمی ہو جانے پر مرنے لگتے ہیں اور ذرا ذرا سی تکلیف و پریشانی کے خوف سے ان سے بچنے کی تدبیروں میں رات دن کھوئے رہتے ہیں اولیا اللہ کا مقام ان سب سے بلند و بالا ہے کہ ان کی نظر میں نہ دنیا کی فانی عزت و دولت ، راحت اور آرام کوئی چیز ہے جس کے حاصل کرنے میں سرگرداں ہوں اور نہ یہاں کی محنت و کلفت اور رنج کچھ قابل التفات ہے جس سے بچنے کی فکر میں پریشان ہوں۔

بلکہ حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدس سرہ نے تو یہاں تک فرمایا کہ اولیاء اللہ راحت سے بڑھ کر رنج سے محظوظ ہوتے ہیں کہ اس میں خالص رضائے الٰہی ہے جبکہ راحت و آرام میں نفس کا حظ پایا جاتا ہے۔

لیکن یہ یاد رہے کہ کسی دنیوی تکلیف پہنچنے پر عارضی طور پر پریشان ہونا ولایت کے خلاف نہیں ہے، دیکھو حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کو باوجودیکہ خدا کے نبی تھے وقتی طور پر فرعون سے خوف ہوا مگر وہ نہ تو ان کے دلوں پر چھایا اور نہ زیادہ دیر باقی رہا۔ یہی حال اولیاء اللہ کا ہے۔

اولیاء اللہ قیامت میں خوف و غم سے آزاد ہونگے عام مسلمانوں کو اپنا خوف ہوگا اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی گنہگار امت کا فکر ہوگا جبکہ اولیاء اللہ کو نہ اپنا کوئی خوف ہوگا نہ اپنے غلاموں کا کہ ان کی شفاعت کرنے والے انبیا علیہم السلام موجود ہوں گے ارشاد الٰہی ہے۔

لَا یَحۡزُنُھُمُ الۡفَزَعُ الۡاَکۡبَرُ۔

اس لئے جو حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت میں حضرات انبیاء علیہم السلام، صالحین اہل اسلام پر رشک کریں گے اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ اولیاء اللہ کی بے خوفی اور بے غمی پر رشک کریں گے ورنہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام جملہ اولیاء اللہ کے سردار و آقا بدرجہا بلند مرتبہ ہیں اور سب غوث و قطب ان کے در کے غلام ہیں اور اسی غلامی پر ان کو فخر ہے۔

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا۔ میں ولایت کے ابتدائی درجہ کی طرف اشارہ کیا گیا، چنانچہ دوسری آیت میں بھی فرمایا گیا اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا۔ یہاں ایمان سے حقیقت ایمان مراد ہے جس کا مقام قلب ہے اور کمال ایمان یہ ہے کہ دل ذکر الٰہی سے مطمئن رہے اور ایک ساعت بھی اس سے غافل نہ رہے اور نہ کسی دوسرے کی طرف توجہ کرے (مظہری)، اور دوسرے مرتبہ کی طرف اشارہ فرمایا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ماموارت کی پابندی

اور منہیات سے بچتے ہوئے ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔ یا ایمان سے مراد اعتقاد صحیح ہے جو قطعی دلائل پر مبنی ہو اور تقویٰ سے مراد شریعت مطہرہ کے مطابق فرمودات الٰہی پر عمل کرنا اور ممنوعات سے بچنا مراد ہے۔ (تفسیر صاوی)

اس مقام پر علامہ اسماعیل حقی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ آدمی پوری طرح حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور ہر اس چیز سے بچے جو اسے اللہ تعالیٰ سے غافل بنا دے۔ اہل تقویٰ کے متعلق ارشاد خداوندی ہے اِنْ اَوْلِيَاۤؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ۔ (متقی ہی خدا کے دوست ہیں)

دنیا کی بشارت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے اچھے خواب ہیں جو آدمی خود اپنے لئے دیکھے یا کوئی دوسرا اس کے لئے دیکھے جس میں خوشخبری ہو گو خواب خواہ اولیاء اللہ کا ہو مفید یقین نہیں ہوتا لیکن ان کا خواب غالب گمان ضرور ہوتا ہے اس لئے اس کو بشارت کہا گیا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نیک اعمال کی وجہ سے اگر کسی کی لوگ تعریف کریں یا اس سے دنیا میں محبت کریں اچھا سمجھیں اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ ۔ یعنی یہ مومن کے لئے نقد خوشخبری ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر چنانچہ جبریل اس سے محبت کرتا ہے اس کے بعد آسمان میں یہ اعلان فرما دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو چنانچہ آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں اس کے بعد زمین میں اس کو قبولیت دی جاتی ہے۔

اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ دنیاوی بشارت سے جنت و مغفرت کی وہ خوشخبری مراد ہے جو سکرات کے وقت ملائکہ کے ذریعہ مومن کو دی جاتی ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے کہ:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰۤئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حٰمٓ سجدہ: ۳۰)

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جمع رہے ان پر (موت کے وقت) فرشتے اترتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو، اور خوش ہو جاؤ اس جنت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو نہ موت کے وقت کوئی وحشت ہوگی نہ قبر میں اور نہ قبر سے اٹھنے کے وقت گویا میری آنکھیں اس وقت کا حال دیکھ رہی ہیں جب لوگ اپنی قبروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ یعنی سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِحُرْمَةِ نَبِيِّكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَافِعِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

**ماخذ:۔** تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر مظہری، تفسیر معارف القرآن
تفسیر رؤفی۔ تفسیر نعیمی۔ تفسیر صاوی
تفسیر روح البیان